محمد اکرام چغتائی

رودی پاریٹ ـــــ ایک جرمن مستشرق

(RUDI PARET)

(۱۹۰۱ء — ۱۹۸۳ء)

جرمنی میں خاور شناسی کی روایت کی تاریخ خاصی پرانی ہے اور اپنی قدامت کے اعتبار سے یہ کسی بھی دوسرے مغربی ملک سے کم نہیں ۔ ابتدا میں تو اس روایت کی حدود بہت وسیع تھیں اور مطالعۂ اسلام بھی اسی روایت کا حصہ تھا، لیکن بعد میں موضوعاتی وسعتوں نے اس روایت کے حصے بخرے کر دیے اور مطالعۂ اسلام کی روایت نے ایک الگ شعبہ کی حیثیت اختیار کر لی ۔ یہ روایت جوزف فان ہامر پورگشتال (م ۱۸۵۶ء) کے ہاتھوں مستحکم ہوئی ۔ موجودہ جغرافیائی حدود کے مطابق یہ شخص آسٹرین تھا، لیکن جرمن بولنے والے تمام علاقوں میں علومِ اسلامیہ کے حوالے سے اس کا وہی مقام ہے جو انگریزوں کے ہاں ولیم جونز اور فرانسیسیوں میں سلوستر دساسی کو حاصل ہے ۔ مستشرقین کے سبھی تذکرہ نویسوں نے اسے جرمنی میں مطالعاتِ اسلامی کا جدِ اعلیٰ کہا ہے ۔ یہ اس روایت کے علم برداروں کا کمال ہے کہ انھوں نے اپنے قومی تشخص کی مانند علومِ اسلامیہ کے مطالعہ میں اپنا علمی تشخص قائم کیا اور اپنے اجتماعی خصائص کی بنا پر ایسی شناخت پیدا کر دی کہ اقوامِ عالم میں جرمن اصحابِ علم کے کام دور سے پہچان لیے جاتے ہیں ۔ اسی اعلیٰ اور مستحکم روایت کا ایک پیروکار رودی پاریٹ بھی تھا، جو ساٹھ سال اسلامی موضوعات پر یادگار کام کرنے کے بعد حال ہی میں فوت ہوا ہے ۔ یہ مقالہ تعزیتی نوعیت کا ہے اور اس میں پاریٹ کے سوانح حیات اور چیدہ چیدہ علمی کارناموں کو بالاختصار بیان کیا گیا ہے اور آخر میں علامہ اقبال اور اس کے مابین مختصر علمی روابط کو پہلی بار سامنے لایا گیا ہے ۔

پروفیسر ایمریطس رودی پاریٹ اسلامی مطالعات میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دینے

کے بعد ۳۱ جنوری ۱۹۸۳ کو مغربی جرمنی کے شہر ٹیوبنگن میں انتقال کر گیا - وہ ۳ اپریل ۱۹۰۱ کو دشت سیاہ (BLACK FOREST) کے ایک گاؤں وٹن ڈورف (WITTEN DORF) میں پیدا ہوا -
یہ گاؤں فراؤدن شٹٹ (FREUDEN STADT) کے قریب واقع ہے - اس کا والد ولہلم پارپٹ ایک پروٹسٹنٹ پادری تھا اور اس کی والدہ کا نام ماریا میولر پاریٹ تھا - پاریٹ نے ابتدائی تعلیم شیونتل (SHOENTAL) کے ایک مذہبی ادارے اور پھر اوراخ (URACH) میں مکمل کی -
(۱۹۲۰) میں اس نے مسیحی دینیات میں میٹرک کا امتحان پاس کیا - اس کا والد مسیحی مبلغ تھا اور اس کی خواہش تھی کہ اس کا بیٹا بھی اسی کے نقش قدم پر چلے، لیکن پاریٹ ابتدائی تعلیم کی حد تک تو والد کی خواہش کا احترام کرتا رہا، لیکن اس کے بعد پاریٹ مسیحیت کے بجائے دیگر موضوعات میں زیادہ دلچسپی لینے لگا۔
اس کے نئے موضوعات میں سامی اور اسلامی موضوعات شامل تھے اور مؤخر الذکر ہی میں اس نے ۲۳ سال کی عمر میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کر لی (۱۹۲۴)۔ اس کے مقالہ خصوصی کا موضوع عربی کی ایک معروف رومانی داستان "سیف بن ذی یزن"[1] تھا اور یہ کام اس نے اینو لتمان کی نگرانی میں مکمل کیا جو خود عربی کے لوک ادب کے حوالے سے عالم گیر شہرت کا مالک ہے -

پاریٹ کچھ مدت (۱۹۲۴ء- ۱۹۲۵ء) مصر میں تحقیقات کرنے کے بعد واپس جرمنی آیا اور ایک اور مقالہ خصوصی ۱۹۲۶ء میں تحریر کیا - یہ مقالہ بھی عربی کے ایک مقبول عام روزنامہ پر لکھا گیا، جس کا مصنف عمر النعمان تھا - اسی سال یعنی ۱۹۳۶ء میں پاریٹ کا تقرر ٹیوبنگن یونیورسٹی میں بطور لیکچرار ہو گیا - ۱۹۳۰ء میں وہ اسی حیثیت میں ہائیڈل برگ یونیورسٹی سے منسلک ہوا اور پانچ سال بعد یعنی ۱۹۳۵ء میں اسے اسی یونیورسٹی میں جونیئر پروفیسر کے عہدے پر ترقی دے دی گئی - ۱۹۴۱ء میں وہ بون یونیورسٹی کے شعبہ

---

[1] سیرت سیف بن ذی یزن، ایک عربی لوک داستان، ہانوور ۱۹۲۴ء - (نوٹ: پاریٹ کی تمام کتابیں اور مقالات جرمن زبان میں ہیں۔ بعض طباعتی مجبوریوں کے باعث اصل حوالے نہیں دیے جا سکے اور ان کے اردو ترجموں پر اکتفا کرنا پڑا) -

[2] عمر النعمان کا قصہ الف لیلہ میں اس کا مقام ٹیوبنگن ۱۹۲۷ء - چند سال پیشتر ٹیوبنگن یونیورسٹی کے مستشرق جوزف فالاس نے پاریٹ کی تین کتابوں کو اکٹھے شائع کیا (شٹٹ گارٹ و دیگر ۱۹۸۱ء) اس مجموعے میں اس قصے کو دوبارہ شائع کیا گیا ہے (ص ۷ - ۷۰)

علوم شرقیہ منتقل ہوگیا۔ ان دنوں دوسری جنگ عظیم زوروں پر تھی، چنانچہ اس کا اثر پاریٹ کے علمی اور سنجیدہ کاموں پر ہوا اور انھیں جنگی خدمات کے لیے چند سال جرمنی سے باہر گزارنے پڑے۔ وہ فوجی افسر کی حیثیت سے پہلے فرانس اور پھر شمالی افریقہ میں مقیم رہا۔ جب اس جنگ میں جرمنوں کو شکست ہوئی تو پاریٹ بھی گرفتار ہوگیا اور تقریباً چار سال (۱۹۴۳ - ۱۹۴۶ء) اس نے ایک امریکی قیدی کے طور پر گزارے۔ یہاں سے رہائی نصیب ہوئی تو وہ بون واپس آیا اور پانچ سال یہاں اپنے تصنیفی اور تدریسی مشاغل میں مصروف رہا۔ اس دوران میں اس نے ہناکیوپر (Hanna Kuppeer) سے شادی کرلی۔ یہ خاتون آخر دم تک (تقریباً ۲۵ سال) پاریٹ کی رفیقۂ حیات رہی۔ ۱۹۵۱ء میں پاریٹ کو پھر ٹیوبنگن بلالیا گیا۔ یہاں اسے عربی اور اسلامی مطالعات کا پروفیسر اور اورینٹل سیمینار کا سربراہ مقرر کردیا گیا۔ اپنی ریٹائرمنٹ تک (۱۹۶۸ء) تقریباً سترہ سال یہ عہدے اس کے پاس رہے۔ جب وہ ریٹائر ہوا تو پاریٹ کی عمر سرسٹھ برس تھی۔ اس کے بعد بھی دونوں میاں بیوی ٹیوبنگن ہی میں رہے اور پاریٹ بڑی جانفشانی سے اپنے تحقیقی منصوبوں کی تکمیل میں مصروف رہا، لیکن جب اس کی بینائی کمزور پڑگئی تو اس کے کاموں کی رفتار بھی مدھم پڑگئی۔ بالآخر وہ اس شہر میں اپنی مختصر علالت کے بعد بیاسی سال کی عمر میں انتقال کرگیا۔

پاریٹ کا تصنیفی دور ساٹھ سال کے طویل عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا تعلق جرمن مستشرقین کے اس گروہ سے ہے، جو دو عظیم جنگوں کے درمیان سامنے آیا۔ اس گروہ سے متعلق اصحابِ علم نے ایک طرف تو قدیم روایات سے اپنا ناطہ جوڑے رکھا اور دوسری جانب نئے نئے موضوعات پر قلم اٹھاکر یا پرانے موضوعات میں معلوماتی اور علمی سطح پر اضافہ کرکے ان روایات کو مزید مستحکم کردیا۔ جرمن اسکالروں کی وہ نسل جو دو بڑی جنگوں کے درمیان پروان چڑھی، اس کے کچھ افراد پرانے اور نئے مستشرقین میں ایک پُل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھی معدودے چند افراد میں ایک نام روڈی پاریٹ کا بھی ہے۔ اسی دور میں کئی معروف جرمن مستشرقین اس جہاں سے اُٹھ گئے، ان میں تھیوڈور نولدیکے (م ۱۹۳۰ء) کارل ہائنرخ بیکر (م ۱۹۳۳ء) اور جوزف ہورووِتس (م ۱۹۳۱ء) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان اسکالروں کے اٹھ جانے کے بعد جو خلا پیدا ہوا، اس کو پاریٹ جیسے لوگوں ہی نے پُر کیا۔

پاریٹ نے اسلامی تاریخ، تہذیب اور مذہب کے جن موضوعات پر کتابیں مقالے لکھے، ان میں

ایک تنوع پایا جاتا ہے، لیکن جو اس کا پسندیدہ موضوع تھا اور جس پر اس نے برسوں کام کیا، وہ قرآن اور مطالعات قرآنی ہے۔ قرآنی تحقیقات کے حوالے سے جرمن مستشرقین میں بڑے بڑے نام ملتے ہیں اور جرمنی میں مطالعہ قرآنی کی یہ روایت خاصی قدیم ہے، لیکن اس روایت کا بانی انیسویں صدی عیسوی کا گستاف وائیل تھا۔ یہ روایت تقریباً ۱۹۴۰ء تک بڑے عروج پر رہی اور نیولایکے سے ہوتی ہوئی یہ روایت ہورووٹس فریدرش شوالی، گوٹ ہیلف برگ شترلیسر اور اوٹو پریتسل تک پہنچی۔

پاریٹ کو شروع میں عربی ادب بالخصوص لوک ادب سے زیادہ دلچسپی رہی، لیکن بعد میں اس نے قرآن ہی کو اپنا موضوعِ تحقیق بنایا۔ اس نے قرآن کے جرمن ترجمے اور اس کے مباحث کو عصرِ جدید کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے ایک منصوبے کی داغ بیل ڈالی اور اس کی تفصیلات اس نے ۱۹۳۵ء میں ایک مقالے میں پیش کیں[۵۳]۔ بالآخر برسوں کی محنت کا نتیجہ ۱۹۶۲ء میں برآمد ہوا، جب پاریٹ کے قرآن کے منثور جرمن ترجمے کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا[۵۴]۔ چند سال بعد ۱۹۷۱ء میں اسی کا حصہ دوم تفسیر اور مکمل اشاریہ کی صورت میں سامنے آیا[۵۵]۔ اس نے قرآن کا لغوی ترجمہ کیا اور اس کے خیال میں جو آیات مشکل تھیں، ان کے ترجمے میں اس نے بڑا محتاط رویہ اختیار کیا۔ ان دونوں حیثیتوں سے اس نے صحت اور دیانت کی عمدہ مثال قائم کی ہے۔ اس کے ترجمے میں شاعرانہ عنصر کم ہے، اس لیے اس میں پھیکا پن سا محسوس ہوتا ہے، لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قرآنی اسلوب کو ہو بہو جرمن زبان میں منتقل کر دے بلکہ اس کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے جدید طلبہ کو قرآن کے "اصل" مفہوم تک رسائی ہو جائے۔ اس نے اپنے ترجمے اور تفسیر میں بعض مستند تفاسیر مثلاً طبری، زمخشری اور بیضاوی کو بھی پیشِ نظر رکھا (جلد اول، ص ۶)، مگر اس نے قرآنی مفاہیم کے متعین کرنے کے لیے قرآن ہی کے ہم معنی اور مماثل الفاظ سے مدد لی۔ پاریٹ کے ترجمے کی جلد دوم (مشتمل بر تفسیر و اشاریہ) میں اس

---

۵۳ ۱۹۳۵ء میں پاریٹ نے اپنے استاد انیو لتمان کو ایک ارمغان پیش کی اور اسے خود ہی مرتب کیا۔ (مطبوعہ لائیڈن)۔ یہ مقالہ اسی میں طبع ہوا (ص ۱۲۱ - ۱۳۰)

۵۴ مطبوعہ شٹٹ گارٹ وغیرہ، ۱۹۶۲ء۔ نظرثانی شدہ پیپر بیک ایڈیشن ۱۹۷۲ء، ۱۹۸۰ء۔

۵۵ ایضاً ۱۹۷۱ء۔ طبع ثانی ۱۹۷۷ء پیپر بیک ایڈیشن مع ضمیمہ ۱۹۸۰ء۔

بات کا وافر ثبوت مل جاتا ہے۔ اس جلد میں اس نے آیات پر بحث کی ہے، مختلف کتابوں اور مقالوں کے حوالے دیے ہیں اور متعلقہ آیات کے متبادل تراجم بھی دیے ہیں، لیکن اس کے ساتھ قرآن میں جہاں ایک لفظ مختلف مفاہیم میں استعمال ہوا ہے، ان سب کے حوالے ایک ہی جگہ دے دیے ہیں۔ یہ بہت مفید کام ہے، کیوں کہ اس سے قاری کو یہ جاننے میں سہولت رہتی ہے کہ قرآن میں ایک ہی لفظ کن کن معنوں میں کہاں کہاں استعمال ہوا ہے۔

قرآن کے اس ترجمہ اور تفسیر کے علاوہ بھی پاریٹ نے قرآن کے مختلف موضوعات، آیات اور الفاظ پر بہت کچھ لکھا ہے۔ یہ مطالعات بھی اس کی قرآن فہمی اور قرآن سے اس کے ایک گہرے علمی تعلق کو ثابت کرتے ہیں۔ ان مطالعات میں کم از کم بیس کے قریب اس نے مقالات اور کتابچے لکھے ہیں[۶]۔ ان کے علاوہ ایک مستقل کتاب[۷] اور ایسی کتابوں پر تیس سے زیادہ مختلف رسائل میں تبصرے لکھے ہیں[۸] جو قرآن کے حوالے سے مختلف یورپی زبانوں میں لکھی جاتی رہی ہیں۔

پاریٹ کی تصانیف میں کچھ تو ایسی ہیں، جو متخصصین کے لیے ہیں، کیونکہ وہ انہی اصحاب کے

---

[۶] پاریٹ کی کتابوں اور مقالوں کی مکمل فہرست اسی کتاب میں شائع ہوئی ہے، جسے فان اس نے مرتب کیا (رک: محولہ بالا نوٹ نمبر ۲، ص ۹ - ۱۶)، برائے مقالات، ص ۱۰ - ۱۲) - یہ کتاب پاریٹ کی ۸۰ ویں سالگرہ کے موقع پر پیش کی گئی۔ ان میں جو مقالات قرآن کے متعلق ہیں، ان کے نمبر یہ ہیں: ۱۰، ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۲۲، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۳، ۴۸، ۴۹ و ۵۴ - ان میں سے بیشتر کا حوالہ جے۔ڈی۔ پیئرسن کی ببلیوگرافی "انڈکس اسلامیکس" کے تمام حصوں میں موجود ہے۔ پاریٹ نے قرآن پر ایک مجموعۂ مقالات مرتب کیا تھا، جو ۱۹۷۵ء میں ڈارم شٹٹ سے شائع ہوا تھا۔ اس میں دیگر محققین کے علاوہ اس نے اپنے دس مقالات اور کچھ تبصرے بھی شامل کیے تھے۔ (اس کے پندرہ صفحات کے دیباچے میں پاریٹ نے جدید قرآنی تحقیقات کی روشنی میں بعض بنیادی نکات اٹھائے ہیں)۔ "انسائیکلوپیڈیا آف اسلام" کی دونوں طباعتوں میں بھی پاریٹ نے قرآن کے متعدد پہلوؤں پر مضامین تحریر کیے۔ اس کا آخری مضمون "قرأۃ" پر تھا، جو اس انسائیکلوپیڈیا کی جلد پنجم میں طبع ہوا (ص ۱۲۷ - ۱۲۹)۔ اس ضمن میں اس کی دو مختصر کتابیں بھی قابل ذکر ہیں: "تحقیقِ قرآن کی حدود"، شٹٹ گارٹ ۱۹۵۰ء (صفحات ۲۵) اور "قرآن" مطبوعہ گراٹس ۱۹۷۹ء (صفحات ۴۷، تصاویر ۳۱)

[۷] محمدؐ اور قرآن، شٹٹ گارٹ ۱۹۵۷ء (دیگر طباعتیں ۱۹۶۶، ۱۹۷۲، ۱۹۷۶، نظر ثانی شدہ ۱۹۸۰ء)۔

[۸] رک: پاریٹ کی فہرست تصانیف (بحوالہ نوٹ نمبر ۶)، ص ۱۳ - ۱۶۔

لیے لکھی گئی ہیں، جن کا ان موضوعات سے علمی اور تحقیقی سطح پر تعلق ہے، لیکن ان میں بعض ایسی بھی ہیں، جو پاریٹ نے عام قارئین اور اسلام کے ابتدائی طلبہ کے لیے لکھی ہیں۔ ایسی کتابوں میں اس کی ایک کتاب "محمدؐ اور قرآن" بڑی اہم ہے۔ اس کتاب کی نوعیت تعارفی ہے اور اس میں قرآن، حضور اکرمؐ اور اسلام کے ابتدائی دور کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس کے پانچ ایڈیشن طبع ہوئے۔ پانچواں اور آخری ایڈیشن نظر ثانی شدہ تھا اور اسے پاریٹ نے اپنی وفات سے تین سال قبل مکمل کیا۔ اس مختصر کتاب میں مؤلف نے اسلام کے آغاز اور اس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے لیے قرآن کی آیات اور متعلقہ علمی نظریات سے بھی مدد لی ہے۔ یورپین زبانوں میں ایسی اور بھی کئی کتابیں موجود ہیں، لیکن ان میں پاریٹ کی یہ کتاب اپنا خاص مقام رکھتی ہے۔ پاریٹ کی اس تصنیف کے پیچھے جو مقصد کارفرما تھا یعنی عام قارئین کو آسان پیرائے میں اسلامی تاریخ و ثقافت سے روشناس کرایا جائے، وہی مقصد اس کی بعض اور تحریروں کا محرک بھی ہے۔ ایسی کتابوں میں ایک کتاب بعنوان "قرآن" ہے، جو ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب مختصر ضرور ہے لیکن خاصی مقبول ہے۔ (ملاحظہ: حواشی کا نوٹ نمبر ۶)۔ اس کے علاوہ چند اور کتابیں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں ایک تو "اسلام میں علامت نگاری" ہے،[۹] جس میں اسلام کی دینی اور فکری علامات پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ دوسری کتاب کا عنوان ہے "بحیرۂ روم میں عربوں کی پیش قدمی"[۱۰] یہ مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات پر مبنی ہے۔ اس سلسلے کی ایک اور کتاب "اسلام اور یونانی تعلیم" ہے[۱۱] جس میں ان اثرات سے بحث کی گئی ہے جو یونانی علم و دانش نے مسلمانوں کے علوم پر ڈالے ہیں۔ پاریٹ نے ارنسٹ ہارڈر کی "عربی قواعد" کو بھی اسی مقصد کے لیے نظر ثانی کے بعد شائع کیا[۱۲] اور غیر متخصصین کے لیے اسلامی تاریخ، ثقافت اور مذہب پر بھی کئی مقالات تصنیف کیے۔[۱۳]

---

۹ مطبوعہ شٹٹ گارٹ، ۱۹۵۸ء

۱۰ مطبوعہ کیویلار ۱۹۴۹؛ طبع ثانی بلا تاریخ (اندازاً ۱۹۵۵ء)

۱۱ مطبوعہ ٹیوبنگن، ۱۹۵۰ء

۱۲ مطبوعہ ہائیڈل برگ ۱۹۴۰ء، طبع دہم ۱۹۶۵ء

۱۳ مثال کے طور پر ان کا مقالہ "اسلام اور مغرب، قرونِ وسطیٰ کے اختتام تک"، در جدید پراپیلین تاریخ عالم،

اگر پاریٹ کے تقریباً ساٹھ سالہ دورِ تصنیف و تالیف پر نظر ڈالی جائے، تو اس کا اوّلین حصہ وہ قرار پاتا ہے، جو ابتدا سے ۱۹۳۰ء تک کی مدت پر محیط ہے۔ یہ وہی دور ہے، جب وہ پہلی بار ٹیوبنگن یونیورسٹی سے متعلق ہوا اور اپنے ڈاکٹریٹ اور دیگر تدریسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے متعدد رسائل میں مقالات لکھتا رہتا تھا۔ اس دور میں اس کا مرغوب ترین موضوع عربوں کا لوک ادب تھا اور اس نے اس موضوع پر کئی کتابیں تحریر کیں۔ اس ضمن میں ان کی دو کتابیں بعنوان "تاریخ اسلام، عربی لوک ادب کے آئینے میں"[۱۴] اور "ابتدائی عربوں کے رومانی قصے"[۱۵] ہیں۔ موخرالذکر میں ابن السراج (م ۱۱۰۶ء) کی کتاب سے تقریباً دوسو کہانیاں شامل ہیں۔ اسی موضوع پر پاریٹ کی ایک اور مشہور کتاب ہے جس میں حضور اکرمؐ کے غزوات پر مشتمل کتابوں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔[۱۶]

عربوں کے لوک ادب سے پاریٹ کی دلچسپی صرف اس کے قیامِ ٹیوبنگن تک رہی[۱۷] اور جب وہ ۱۹۳۱ء میں ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں ملازم ہوا تو اس کے علمی منصوبوں میں ایک واضح تبدیلی رونما ہوئی اور یہ تبدیلی ایسی تھی، جس نے اس کی آئندہ علمی زندگی کی راہ متعین کر دی۔ یہاں آتے ہی اس کی تمام تر توجہ قرآن مجید پر مرکوز ہو گئی۔ سب سے پہلے اُسے قرآن کے نئے جرمن ترجمے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ اس نے قرآن اور قرآن سے متعلقہ علوم کا باقاعدہ طور پر مطالعہ شروع کر دیا، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس نے مطالعۂ قرآن کے علاوہ کسی اور موضوع پر کچھ نہیں لکھا۔ ہائیڈل برگ ہی کے دور میں اس کی دلچسپی ایک اور موضوع سے پیدا ہوئی اور وہ تھا، آزادیٔ نسواں کے متعلق وہ مباحث، جو عصرِ حاضر کے اسلامی ممالک کے مذہبی اور سیاسی طبقوں میں چل رہے تھے۔ بالآخر پاریٹ کے مطالعہ کا نچوڑ ایک دلچسپ کتاب کی شکل میں سامنے آیا۔ اس کتاب کا عنوان "عربی اسلامی دنیا میں مسئلۂ نسواں"[۱۸] ہے۔ اس میں پانچ مسلمان اصحابِ علم و دانش کی تحریروں

---

[۱۴] مطبوعہ ٹیوبنگن، ۱۹۲۷ء، پاریٹ کی اسلام پر چند کتابوں کا مجموعہ مرتبہ فان اس (رک: نوٹ نمبر ۶)، ص ۷۱-۹۳۔

[۱۵] مطبوعہ برنی، ۱۹۲۷ء۔ [۱۶] مطبوعہ ٹیوبنگن، ۱۹۳۰ء۔

[۱۷] اس کے بعد پاریٹ نے اس موضوع پر صرف ایک ہی مقالہ لکھا، جو عربوں کے فتوح ادب سے متعلق ہے۔ یہ مقالہ ایک مجموعہ میں شائع ہوا۔ (مطبوعہ روم ۱۹۷۰ء)، ص ۳۵-۴۷۔

[۱۸] مطبوعہ شٹٹ گارٹ و برلین، ۱۹۳۴ء۔ نیز تصانیف پاریٹ (بحوالہ نوٹ نمبر ۶)، ص ۱۳۵-۲۰۵۔

کا تفصیلی جائزہ بھی لیا گیا ہے، جو انھوں نے اسلام میں خواتین کی حیثیت کے بارے میں لکھی ہیں۔ ان میں سے دو تحریریں آزادیٔ نسواں کے حق میں ہیں اور دو اس کی مخالفت میں اور آخر میں رشید رضا کے ایک بیان متعلقہ حقوقِ نسوانی کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پاریٹ عہدِ جدید کے اسلامی مسائل پر کتنی گہری نظر رکھتا تھا اور ان پر کتنے سنجیدہ اور عمیق انداز سے اظہارِ خیال کرتا ہے۔ اس نے تقریباً نو[1] مقالات انہی مسائل پر لکھے ہیں اور ایک علیحدہ کتاب بھی مرتب کی ہے، جس میں ایسے مقالات شامل ہیں، جو جنگِ عظیم دوم کے بعد لکھے گئے۔[19] یہ تمام مطالعات اسلامی دنیا کے جدید مختلف النوع مسائل کا علمی انداز سے تجزیہ کرتے ہیں۔

پاریٹ کا ایک اور پسندیدہ موضوع کتابیات تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے موضوعات سے متعلق مآخذ پر کتنی مضبوط گرفت رکھتا تھا۔ ویسے بھی یہ پہلو ایسا ہے، جو جرمن مستشرقین کو دیگر مغربی اقوام کے مستشرقین سے ممتاز کرتا ہے۔ پاریٹ کا یہ کتابیاتی انداز کا کام اسلام کے ابتدائی دور،[20] سیرت[21] اور قرآن[22] سے متعلق ہے۔ اسی سے ملتا جلتا موضوع جرمنی میں علومِ اسلامیہ کی تاریخ بھی ہے۔ گزشتہ ایک صدی میں اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لیکن مطالعاتِ عربیہ کے متعلق اب تک جو کتاب حرفِ آخر خیال کی جاتی ہے، وہ یوہان فیوک کی ہے۔ یہ ۱۹۵۵ء میں لائپتسک سے طبع ہوئی تھی۔ یہ کتاب صرف جرمن تحقیقات ہی پر بحث نہیں کرتی، بلکہ اس میں یورپ کے تمام ممالک کو شامل کیا گیا ہے اور ان کے اہلِ علم نے عربی زبان و ادب پر جو کام کیا ہے، اس پر معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس کے برعکس پاریٹ نے اس موضوع پر جو کتاب تحریر کی ہے، وہ جرمن دانش گاہوں میں علومِ اسلامیہ اور عربیہ کی تحقیقات کا احاطہ کرتی ہے

---

۱۹ رک : تصانیف پاریٹ، ص ۱۰-۱۲، نمبر ۹، ۱۴، ۱۸، ۱۹، ۲۶، ۳۰، ۳۱، ۴۱، ۴۲، ۴۸ و ۵۹۔ پاریٹ کی مرتبہ کتاب کا عنوان ہے "دنیائے اسلام اور عہدِ حاضر"، مطبوعہ شٹٹ گارٹ، ۱۹۶۱۔ اس میں پاریٹ کے اپنے دو مقالات بھی شامل ہیں۔

۲۰ پاریٹ کا مقالہ در : ارمغان جُودی، مرتبہ فرتس مائر، مطبوعہ ویس بادن ۱۹۵۴ء، ص ۱۴۷-۱۵۳۔

۲۱ در : جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، جلد ۶ (۱۹۵۸ء) ص ۸۱-۹۶۔ یہ مقالہ انگریزی زبان میں ہے۔

۲۲ رک : "تحقیقِ قرآن کی حدود" (بحوالہ نوٹ نمبر ۶)۔ نیز رک : جرمن مطالعہ علومِ شرقیہ بحوالہ ٹیوبنگن و برلن، ۱۹۴۴، ص ۴۳-۵۲ — یہی مقالہ در : تصانیف پاریٹ (بحوالہ نوٹ نمبر ۶)، ص ۲۰۶-۲۱۲۔

اور اس کی ابتدا نیولا یکے کی وفات (۱۹۳۰ء) سے ہوتی ہے - یہ کتاب مختصر ضرور ہے، لیکن اس سے جرمن دانش گاہوں کے سابقہ اور موجودہ علمی اور تحقیقی منصوبوں (متعلقہ اسلام و اسلامی دنیا) کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔[۲۳] پس منظر کے طور پر اس سے پہلے کے جرمن مستشرقین اور ان کے اہم کاموں کا بھی بالاختصار ذکر کیا گیا ہے۔

پاریٹ کی کچھ علمی دلچسپیاں ایسی بھی تھیں، جو ثانوی حیثیت رکھتی ہیں - ان میں ایک تو ابتدائی دورِ اسلام میں تاریخ نگاری خاص طور پر کتبِ حدیث اور کتب سیرت کے حوالے سے ہے اور دوسری اسلام میں تصویر کشی مجسمہ سازی کی حرمت ہے - اوّل الذکر پاریٹ کے مطالعہ قرآن ہی کا ایک حصہ ہے، لیکن اس کے باوجود اس نے اس موضوع پر کئی اہم مقالے لکھے ہیں۔[۲۴] ثانی الذکر موضوع پر پاریٹ نے ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۷ء کے مابین پانچ مقالے لکھے، جن میں اسلام کے ابتدائی دور کے تصویر کشی کی مخالفت اور اہلِ تشیع کے ہاں اس کے رواج پا جانے پر بحث کی گئی ہے۔[۲۵]

پاریٹ کی علمی زندگی نصف صدی سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی ہے - اس دوران میں کئی اتار چڑھاؤ آئے اور اس کے مشاغلِ علمیہ میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں، لیکن ایک ایسا موضوع ہے، جس سے جب اس کا تعلق قائم ہوا، تو پھر تمام عمر وہ منقطع نہ ہو سکا، یہ تعلق تھا مطالعۂ قرآن سے - پاریٹ ۱۹۳۰ء سے اپنی وفات (۱۹۸۳ء) تک قرآن کے ترجمہ، تفسیر اور تشریح میں مشغول رہا۔ جرمن مستشرقین میں شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو، جو اتنی طویل مدت تک قرآن کے مفاہیم کو سمجھنے اور سمجھانے میں مصروف رہا ہو۔ پاریٹ عربوں کے لوک ادب کے ذریعے قرآن تک پہنچا اور پھر یہی اس کے تحقیقی سفر کی منزل بن گیا۔ وہ قرآن کو اللہ کی کتاب سمجھتا تھا اور مسلمانانِ عالم کی دینی، سیاسی، تہذیبی، معاشی اور سماجی زندگی میں اس الہامی کتاب کا جو اعلیٰ و ارفع اور اساسی مقام ہے، اس سے وہ باخبر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام علومِ اسلامیہ کے منبع یعنی قرآن ہی سے اپنی ہر بات شروع کرتا ہے اور قرآن ہی کو مسلمانوں کی مکمل حیات کی منہاج تصور کرتا ہے۔ پاریٹ قرآن کو تاریخی اعتبار سے بھی مستند ترین کتاب گردانتا ہے۔ اس نے اپنے ترجمہ قرآن میں یہ کوشش کی

---

[۲۳] یہ کتاب ویس بادن سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ دو سال بعد اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کر دیا گیا۔

[۲۴] رک: تصانیف پاریٹ (بحوالہ نوٹ نمبر ۶)، ص ۲۴۸ - ۲۷۱۔

[۲۵] ایضاً: ص ۲۱۳ - ۲۷۱۔

ہے کہ قرآن کے اصل مطالب تک رسائی حاصل کی جائے۔ ترجمہ کرتے وقت اس نے معروف عربی تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے، لیکن مفاہیم کو متعین کرنے کے لیے اس نے ان پر زیادہ انحصار نہیں کیا، بلکہ اس نے بالعموم قرآن کے مطالب کو قرآن ہی کی وساطت سے بیان کرنے کی سعی کی ہے اور اس کے لیے اس نے ہم معنی اور قریب المعنی آیات کے تقابل مطالعہ کا طریق کار اپنایا ہے۔

پاریٹ کے ترجمۂ قرآن کی دوسری جلد تفسیر اور مکمل اشاریۂ آیات پر مبنی ہے۔ اس میں ایک تو آیاتِ قرآنی کے متقابل حوالوں سے کام لیا گیا ہے اور یوں اصل مطالب کی تفہیم کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے الفاظِ قرآن کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ پاریٹ نے مضامینِ قرآن کے اشاریہ تیار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن اس کے اس تقابلی طریقِ کار سے مضامین کے اعتبار سے قرآن کا انڈکس تیار کرنے میں خاصی مدد مل سکتی ہے۔ اس کے علاوہ پاریٹ نے قرآن کے ہر موضوع کے متعلق خاص خاص علمی اور تحقیقی مطالعات کا حوالہ بھی دے دیا ہے۔ یہ حوالے زیادہ تر مغربی زبانوں کے ہیں۔ ان سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مغرب کے علما قرآنی موضوعات پر کیا کچھ لکھ چکے ہیں۔ اگر قرآن کے کسی موضوع پر لکھتے ہوئے ان مطالعات کو بھی مدنظر رکھا جائے تو تشریح و توضیح کی نئی راہیں کھل سکتی ہیں۔ ان دنوں ہمارے ہاں مضامینِ قرآن کے انڈکس تیار ہونے شروع ہوئے ہیں۔ اگر پاریٹ کی متذکرہ بالا جلد دوم کو بھی مرتبین پیشِ نظر رکھیں، تو یہ کام زیادہ سائنسی بنیادوں پر ہو سکتا ہے اور عام قارئین کے ساتھ ساتھ متخصصین بھی اس سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں[۵۲]۔

پاریٹ کے مختصر حالاتِ زندگی اور اس کے چیدہ چیدہ علمی کارناموں کا اجمالی ذکر ہو چکا، اب آخر میں اس تعلق کا حوالہ ضروری ہے، جو علامہ اقبال اور پاریٹ کے مابین قائم ہوا۔ اس تعلق کی مدت مختصر تھی اور اس کی نوعیت بھی خالصتاً علمی تھی۔ اس تعلق کا پس منظر یوں ہے کہ جب اقبال کے خطبات پہلی بار طبع ہوئے (۱۹۳۰ء) تو انھوں نے اس کتاب کے کچھ نسخے معروف مغربی اسکالروں اور مستشرقین کو

---

[۵۲] پاریٹ کے حالات زندگی زیادہ تر دو مقالات سے اخذ شدہ ہیں۔ ان میں ایک تو ولیم گراہم کا لکھا ہوا ہے۔ (در: مسلم ورلڈ، جلد ۷۳، شمارہ ۲، بابت اپریل ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۳ - ۱۴۱) اور دوسرا ٹیوبنگن یونیورسٹی کے پروفیسر جوزف فان اِس کا تحریر کردہ ہے (در: دیر اسلام، جلد ۶۱، شمارہ ۱، بابت ۱۹۸۴ء۔ ص ۱ - ۷)

بھیجے۔ ان لوگوں میں ایک جرمن ماہرِ علومِ اسلامیہ بھی تھا، جس کا نام جوزف ہیل تھا۔ علامہ سے اس کے روابط اس وقت شروع ہوئے، جب "پیامِ مشرق" پر نکلسن کا مقالہ جرمنی کے ایک رسالہ "اسلامیکا" (۱۹۲۴ء) میں شائع ہوا۔ بعد میں علامہ اور ہیل کے درمیان باقاعدہ طور پر مراسلت شروع ہوگئی اور علامہ نے "پیامِ مشرق" کا ایک نسخہ اس کو بھجوایا۔ ہیل نے اس کا مکمل جرمن ترجمہ کیا، جو ابھی تک مسودے کی صورت میں پڑا ہوا ہے۔ علامہ نے "خطبات" کا ایک نسخہ ہیل کو بھی ارسال کیا۔ اُن دنوں ہیل نیوزنبرگ کے قریبی شہر ارلانگن میں مقیم تھا۔ اس کی کسی جگہ پاریٹ سے ملاقات ہوئی اور ہیل نے اسے اقبال کی کتاب دکھائی۔ پاریٹ اُن دنوں جرمنی کے ایک رسالہ "دیر اسلام" میں اسلام پر جدید کتابوں پر تبصرے لکھتا تھا، اس لیے اس نے ہیل سے علامہ کی کتاب چند دنوں کے لیے مستعار لی اور اس کا بغور مطالعہ شروع کیا۔ پاریٹ اسی کتاب کو مستقلاً اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے دہلی کے ایک کتب فروش کو "خطبات" کا ایک نسخہ بھجوانے کی فرمائش کی۔ اس دوران میں ہیل نے علامہ کو بذریعہ خط پاریٹ کی علمی دلچسپیوں سے مطلع کیا۔ چنانچہ اقبال نے ایک نسخہ پاریٹ کو بھی بھیج دیا۔ یہ کتاب ملتے ہی پاریٹ نے جرمن زبان میں علامہ کو شکریے کا خط لکھا، جس میں "خطبات" کے مندرجات پر بھی اظہارِ خیال کیا۔ بعد میں جب "خطبات" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا (۱۹۳۴ء) تو اس کا ایک نسخہ علامہ نے براہِ راست پاریٹ کو بھیجا اور پاریٹ نے اس پر تبصرہ بھی کیا۔

اقبال کی کتاب پر پاریٹ کا یہ تبصرہ لائپتسک کے رسالہ "صحیفۂ ادبِ شرقی" (بزبان جرمن) میں شائع ہوا۔[۱۲] یہ تبصرہ جرمن زبان میں ہے۔ اس تبصرے کا بیشتر حصہ "خطبات" کے اقتباسات پر مشتمل ہے اور انہی کے حوالے سے پاریٹ نے اقبال کے بعض تصورات پر تنقید بھی کی ہے اور اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اقبال کے بعض فکری نتائج ایسے ہیں، جن کو قبول کرنا ایک غیر مسلم کے لیے مشکل ہے۔ پاریٹ کی چند ایسی آرا کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس نے صرف اقبال کی اسی کتاب کو پڑھا تھا اور وہ بھی اس کے صحیح تناظر میں نہ پڑھ سکا۔ پاریٹ مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک کے مسائل پہ گہری نظر رکھتا تھا، لیکن برصغیر پاک و ہند کے بارے میں اس کی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں، چنانچہ اس کم علمی کی وجہ

---

[۱۲] شمارہ ۹/۸، بابت ۱۹۳۵ء، کالم ۵۳۱-۵۳۳۔

سے وہ بعض باتوں کو ان کے صحیح تناظر میں سمجھ نہ سکا اور استخراجِ نتائج میں اس سے لغزش ہو گئی۔

علامہ اقبال نے پاریٹ کو "خطبات" کے دونوں ایڈیشنوں کا ایک ایک نسخہ اعزازی طور پر بھیجا۔ انہی دنوں پاریٹ کی تازہ کتاب شائع ہوئی تھی، جو دنیائے اسلام میں عورت کی حیثیت پر لکھی گئی[۲۸] پاریٹ نے اس کتاب کا ایک نسخہ اقبال کو بھیجا اور یہ نسخہ اب بھی اقبال میوزیم (لاہور) میں اقبال کی نجی کتابوں میں موجود ہے[۲۹] اسی میوزیم میں اقبال کے نام پاریٹ کا ایک جرمن خط بھی محفوظ ہے۔ اس خط کے دو ٹائپ شدہ صفحات ہیں اور یہ ہائیڈل برگ سے ۳ مئی ۱۹۳۲ء کو بھیجا گیا[۳۰] یہ خط اس وقت لکھا گیا جب اقبال نے پاریٹ کو "خطبات" کی طبع اوّل کا ایک نسخہ بھیجا تھا۔ سطور ذیل میں اس جرمن مکتوب کا بلا تبصرہ اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

"آپ نے پروفیسر جوزف ہیل کے ذریعے میرے لیے "خطبات" کا ایک نسخہ بھیجا، جس کے لیے میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ ولیسٹر کے دوران میں پروفیسر ہیل سے چند دنوں کے لیے یہ کتاب مستعار لی، اسے خریدنا بھی چاہا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ بات میرے لیے باعثِ مسرت ہے کہ اب یہ کتاب میری دسترس میں ہے۔ گزشتہ سال کے اواخر میں میں نے دہلی کے ایک کتب فروش کو بھی اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا لیکن میں ابھی تک اسے حاصل نہ کر سکا اور اس عرصے میں میں نے بھی اس کتاب کے حصول کے لیے مزید کوشش نہیں کی۔

میرے لیے آپ کی کتاب کے مندرجات غیر معمولی طور پر دلچسپ ہیں اور یہ جدید اسلام کے مطالعہ کے لیے ایک بنیادی مأخذ ہے۔ آپ نے مسئلۂ اجتہاد پر جو کچھ لکھا ہے اور اسلام کے حوالے سے مسئلۂ قومیت کی جو وضاحت کی ہے، وہ میرے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی کتاب کے دیگر موضوعات سے بھی میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میں نے اس کتاب کو ابھی ایک بار پڑھا ہے، لیکن اسے کئی بار پڑھوں گا، تاکہ عہدِ حاضر کے بعض اہم مسائل کے متعلق آپ کے خیالات سے مستفید ہو سکوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ بعض

---

۲۸ رک: نوٹ نمبر ۱۸۔

۲۹ رک: فہرست مشمولات آثار علامہ اقبال، لاہور ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۴۔

۳۰ رک: ایضاً، ص ۵۴-۵۵۔

بنیادی امور میں جدید اسلام اور جدید مسیحیت کے مسائل میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ کوئی ایسا وقت آئے، جب ایک نوجوان مسلمان، جو علومِ دینیہ اور فلسفہ پر کامل دستگاہ رکھتا ہو۔ بعض باقاعدہ پروٹسٹنٹ مفکرین کی نئی "جدلیاتی" دینیات کا مطالعہ کرنے۔ اس کا مقصد صرف اعتذاریات ہو اور اس سے اسلام کے جدید رجحانات و میلانات تک رسائی مقصود ہو۔

میں آپ کے خطبات پر رسالہ "دیر اسلام" میں ایک مختصر تبصرہ لکھنے کی اجازت چاہوں گا۔

"پچھلے موسمِ خزاں سے میں اس رسالے کے لیے گاہے بگاہے جدید عربی اور اسلامی موضوعات پر چھپنے والی کتابوں پر تبصرہ کرتا رہتا ہوں۔ میں پچھلے دو سال سے یہاں السنہ شرقیہ کے نگران کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ موسمِ گرما کے اس سمسٹر میں میں نے ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں اسلام اور عہدِ حاضر پر لیکچر دے رہا ہوں۔ ظاہر ہے، اس موضوع پر میرا نقطہ نظر وہ نہیں، جو ایک مسلمان کا ہوگا اور نہ میں اس سلسلے میں مسیحی مبلغین کا پیروکار ہوں، لیکن میری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ میں دنیائے اسلام میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور جدید تصورات کو معروضی طور پر پیش کر سکوں۔ اس پہلو سے شاید ہی کوئی شخص کسی واضح نتیجہ تک پہنچ سکے، کیوں کہ کوئی اپنی دینیاتی یا فلسفیانہ حیثیت کے بغیر بالعموم اکثر معاملات میں صرف مسائل کی دہلیز تک ہی پہنچ سکتا ہے۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ دلچسپی رکھنے والے کچھ اصحاب یہ جان سکیں کہ اسلامی دنیا میں خاصی حرکت پائی جاتی ہے اور پرانے خیالات کی جگہ نئے خیالات لے رہے ہیں۔ دورِ حاضر اور بالخصوص پہلی جنگِ عظیم کے اختتام کے بعد مشرقی ممالک میں جو علمی مباحث چل پڑے ہیں، وہ اتنے اہم ہیں کہ ان سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ان مباحث میں بیشتر تو ایسے ہیں، جن پر یورپ کے فکری عناصر کی گہری چھاپ ہے اور انھیں من و عن لے لیا گیا ہے یا کچھ ایسے ہیں جنھیں معمولی بحث و تمحیص کے بعد رد کر دیا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی کتاب میں بالشویک خطرے کی نشان دہی کی ہے اور میرے خیال میں یورپ کے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے یہ کافی ہے۔

بصد ادب و احترام۔"

؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

رُوحِ اسلام اُردو ترجمہ **سپرٹ آف اسلام** : سید امیر علی۔ ترجمہ سید ہادی حسن

سیدامیر علی کی اس شہرہ آفاق کتاب کا عربی، فارسی اور بعض دوسری اسلامی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے اسلام کے اساسی عقاید کی حقانیت اور اس کی عالمگیر تہذیب کی برتری کو عہدِ حاضر کے عقلی و فلسفیانہ معیار پر پرکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام نہ صرف اس دور میں جب کہ اس کا ظہور ہوا بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے سب سے اعلیٰ اور برتر پیغام ہے۔

اصل کتاب انگریزی زبان کا ایک ادبی شاہکار ہے۔ سید ہادی حسن صاحب نے کتاب کے اُردو ترجمے میں اس کی ادبی شان کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔

صفحات ۱۶+۷۲۴ قیمت ۶۵.۰۰ روپے

پاکستانی مسلمانوں کے رُسوم و رواج : شاہد حسین رزاقی

پاکستانی معاشرہ کو نئے سانچے میں ڈھالنے اور قومی ترقی کی راہ ہموار کرنے کے لیے رسوم و رواج کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے رسوم و رواج بڑی تفصیل سے قلم بند کیے گئے ہیں اور ان رسموں کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے جو اخلاقی اور اقتصادی لحاظ سے بہت بُری اور نقصان رساں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ رسوم میں ضروری ترمیم و اصلاح کرنے اور معیوب و مضر رسم و رواج کو بالکل ختم کر دینے کے لیے مفید اور قابلِ عمل تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب پر مصنف کو یونیسکو کا انعام ملا ہے۔

صفحات ۲۸۶ قیمت ۲۰ روپے